روزہ

صیام رمضان من الاسلام

از

(مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ)

اسلام کے جو عقاید و احکام —— حدیث کا دلیل شرعی ہونا —— نماز، قربانی وغیرہ —— فرقہ منکرین حدیث کی "تحقیقاتِ نادرہ" کا تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں۔ ان میں رمضان المبارک کے روزے بھی ہیں۔ جن کی فرضیت ساقط کرنے کے لیئے یہ لوگ ایک مدت سے لٹریچر پھیلا رہے ہیں۔ مگر بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ "مسئلہ" بھی اس فرقہ کو اپنے آبا و اجداد —— جناب سر سید احمد خاں علی گڈھی اور ان کی پارٹی —— سے ورثے میں ملا ہے جنہوں نے آج سے تقریباً پون صدی قبل یہ مسئلہ اٹھایا تھا۔ اور جس پر مدلل تنقید اور اس کا معقول جواب جماعت اہل حدیث کے مشہور عالم مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت ایک مفصل تحریر میں دے دیا تھا۔ جو ان کے ماہنامہ اشاعۃ السنہ عـ۵ جلد ۶ مجریہ ۱۸۸۱ء میں شائع بھی ہو گیا تھا۔

قارئین کی ضیافت طبع کے لیئے یہ پورا مقالہ رحیق میں شائع کیا جا رہا ہے۔ "حدیث نبوی" کی قسط آئندہ پرچے میں آئے گی۔ ان شاء اللہ (رحیق)

زمانہ نبوت سے لے کر اس صدی تک جس میں ہم ہیں۔ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق رہا ہے کہ روزہ ماہِ رمضان اسلام کا جزء ہے جیسی نماز و زکوۃ و حج وغیرہ۔ اور اچھا بھلا قوی توانا آدمی جو مرض و سفر میں مبتلا نہ ہو روزہ رکھنے یا نہ رکھنے میں خود مختار نہیں ہے اور ابتداء سے آج تک مختلف فرقہ ہائے اہل اسلام دسنی۔ بدعتی[1]۔ شیعی۔ خارجی۔ معتزلی وغیرہ وغیرہ سے کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا۔ مگر

[1] یہ الفاظ لوگوں کے محاورہ عام پر بولے گئے ہیں۔ اور ہم ان الفاظ کو کسی کی نسبت کہنے پسند نہیں کرتے چنانچہ اس باب میں عنقریب ایک مضمون لکھیں گے۔

عرصہ تقریباً ایک سال سے نئے خیال کے لوگوں نے (جو احکام دین کی ترمیم وچھانٹ کر رہے ہیں جس کا نام وہ تہذیب رکھتے ہیں) اس روزہ میں یہ ترمیم کی ہے کہ اس کو واجب مخیر (یعنی اختیاری فرض) بنا دیا اور صاف فرما دیا ہے کہ صحیح وتندرست آدمی جو نہ مریض ہو نہ مسافر اگر روزہ رکھنے میں تکلیف پائے گو وہ تکلیف حد مرض تک نہ پہنچے اور کوئی بیماری پیدا نہ کرے تو اس کو جائز واختیار ہے کہ روزہ نہ رکھے۔ اور اس کے بدلے ایک مسکین کو روٹی کھلا دیا کرے۔ اور اس ترمیم وتصرف پر انہوں نے ایک دلیل نقلی (آیت مجمل ومحتمل الوجوہ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین) سے استدلال کیا ہے جس کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ اور کسی ایک معنی پر کوئی دلیل قطعی قائم نہیں ہے اور نہ اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے اور ایک دلیل عقلی سے استشہاد کیا ہے جس کی بنا ان کے خیال میں انسانی نیچر پر ہے۔

ہم اس مضمون میں مسلمانوں کے قدیم ومتوارث اعتقاد کی درستی ومضبوطی بیان کرنا چاہتے ہیں اور ان اہل تہذیب کی غلطی بتاتے ہیں۔ بدوں اس کے کہ کسی خاص شخص کو مخاطب کریں یا کسی کتاب و تالیف کو نشانہ بنائیں۔ چنانچہ اس بات کا ہم وعدہ دے چکے ہیں۔

واضح ہو کہ ہمارے مدعا کی تائید وقولِ مخالف کی تغلیط تین اصول پر موقوف ہے جن کو قبل بیان مدعا بیان کیا جاتا ہے پس جو صاحب ہمارے مدعا اور قولِ مخالف میں محاکمہ یا کسی جانب کی تائید و تزئیف کرنا چاہیں وہ پہلے ان اصول میں نظر کریں۔

اصل اول | یقینِ ثابت، شک عارض سے زائل نہیں ہوتا۔

تشریح | یعنی جو امر یقین سے ثابت ہو چکا ہو وہ بعد میں شک آجانے سے باطل نہیں ہوتا۔

تمثیلات | (۱) زید اپنے بیٹے یا بیوی کو جانتا ہے کہ وہ اس کا بیٹا یا بیوی ہے پس تھوڑی دیر ان سے غائب ہونے کے بعد اس کا یہ شک واحتمال کہ شاید وہ نہ ہوں۔ اس کے اصلی بیٹے یا بیوی کے ہم شکل و مشابہ کسی اور کا بیٹا یا بیوی ہو اس کے یقین سابق کو باطل نہیں کر سکتا۔

(۲) زید نے نماز ظہر کے لئے وضو کیا تھا پھر عصر کے وقت اس کو شک ہوا کہ شاید وہ وضو نہیں رہا اس شک سے وہ وضو فاسد نہیں ہوتا۔

اصل دوم | دلیل محتمل الوجوہ والمعانی مفید یقین نہیں ہوتی اور کسی خاص معنی پر منجملہ ان معانی کے بدوں شہادت اور دلیل مستقل کے اس سے استدلال صحیح نہیں۔

تشریح یعنی جس آیت یا حدیث یا کسی اور کلام بشر کے کئی معنی ہو سکیں اس سے کسی خاص معنی کے مراد ہونے کا یقین حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اس معنی کے مراد ہونے پر بدوں شہادت دوسری کلام یا قرینہ کے صرف اسی متشبہ و محتمل کلام سے تمسک نہیں کیا جا سکتا۔

تمثیلات (۱) زید کے چار بیٹے ہیں اس نے کہا کہ ایک بیٹے کو میں نے ایک ہزار روپیہ دیا اس کلام سے کوئی خاص بیٹا اپنے مراد ہونے پر استدلال نہیں کر سکتا۔

(۲) آیت (والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلثة قروء) میں لفظ قرء سے حیض یا طہر کے مراد ہونے پر صرف یہی لفظ قرء جو طہر و حیض دونوں کے لئے عرب میں مستعمل ہے دلیل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے حنفیہ اس سے حیض مراد ہونے پر صیغہ کے جمع ہونے سے استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ اصول فقہ میں اس کی تفصیل ہے اور شافعیہ و اہل حدیث اس سے طہر مراد ہونے پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں طہر میں طلاق دینے کا حکم دیا۔ پھر اس طہر کو عدت کہا جس میں طلاق دینے کا حکم آیا ہے چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے۔

اصل سوم مسلمانوں کا صدر اول سے اتفاقی تعامل و توارث دلیل قطعی مفید یقین ہے۔

تشریح جس امر کو اہل اسلام زمانہ نبوت سے لے کر آج تک بالاتفاق عمل میں لاتے ہیں اور اس کو ہر زمانہ کے لوگ بتوارث و تواتر نقل کرتے چلے آئے ہیں وہ امر یقیناً ثابت ہے اور یہ اتفاقی تعامل و توارث اہل اسلام اس کے ثبوت پر قطعی دلیل ہے۔[۱]

تمثیلات (۱) کعبہ جو ملک عرب و شہر مکہ میں موجود ہے اس کا وہ کعبہ ہونا جس کے حج کا قرآن میں حکم آیا ہے اور اس کو بیت العتیق و قبلہ فرمایا گیا ہے مسلمانوں کے اتفاقی تعامل و توارث سے ثابت ہے

---

[۱] ان قیود کو ناظرین و مناظرین غور سے ملاحظہ فرماویں۔ ان میں نہ کسی خاص زمانہ متاخر کا اصطلاحی اجماع داخل ہو سکتا ہے (جس کے حجت ہونے میں ظاہریہ وغیرہ کو کلام ہے) نہ رسوم و رواج ازمنہ متاخرہ جن کی سند صاحب شریعت تک نہیں پہنچتی۔ اور وہ بالاتفاق لائق حجت نہیں ہیں۔ ان میں صرف وہی امور شامل و داخل ہو سکتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے ثابت ہیں۔ اور مسلمانوں میں بتوارث یکے بعد دیگرے قرناً بعد قرن متداول و معمول چلے آتے ہیں جن کی حجت و سند ہونے میں آج تک کسی مسلمان کا اختلاف مسموع نہیں ہوا۔

اور یہ اتفاق اس کے ثبوت پر قطعی دلیل ہے۔

(۲) نماز کے اتفاقی ارکان رکوع وسجود و قیام وغیرہ اور ان کی صورتیں اور اعداد رکعات فرائض وہیئت ارکان و شعائر حج اسی تعامل و توارث اہل اسلام سے ثابت ہیں اور یہی تعامل و توارث ان کے ثبوت پر دلیل قطعی ہے۔

یہ اصول ثلثہ بداہت عقل و شریعت سے ثابت ہیں اور اہل اسلام میں مسلّم۔ اس لئے ہم نے ان کی دلیل بیان نہیں کی۔ صرف تمثیل پر قناعت کی ہے۔ اگر کوئی ان کی حجیت و ثبوت میں کلام کرے گا تو عقل و نقل سے ان کا ثبوت دیا جاوے گا۔ اور بازالہ خفا ان اصول کی بداہت پر اس کو متنبہ کیا جاوے گا۔

جب یہ اصول بیان ہو چکے تو اب اصل مدعا کو بیان کیا جاتا ہے وباللہ التوفیق۔

فرضیت صیام رمضان کا ثبوت قرآن سے | فرضیت صیام رمضان ہر مکلف صاحب طاقت پر جو بیمار و مسافر نہ ہو۔ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک باتفاق اہل اسلام ثابت ہے اور اس فرضیت پر نصوص قرآن اور دعوت مدت العمری حضرت رسالت و تعامل و توارث کافہ اہل اسلام ہر عصر دلائل ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ (الآیۃ)

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ جیسے تم سے پہلوں پر فرض کئے گئے تھے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ (بقرہ ع ۲۳)

رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا ہے جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور کھلی نشانیاں راہ کی۔ اور چکوتے (؟) احکام۔ پس جو اس میں حاضر ہو وہ اس کا روزہ رکھے اور جو مریض یا مسافر ہو وہ دوسرے دنوں کو شمار کرے یعنی اتنے دن روزہ رکھ لے۔

احادیث سے | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو اسلام وارکان اسلام کی دعوت و تعلیم فرماتے تو اس میں صیام رمضان کو ذکر کرتے یہاں صرف چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی حدیث | عن طلحۃ بن عبد اللہ قال جاء — ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

رجل الی رسول اللہ من اہل نجد ثائر الراس نسمع دوی صوتہ ولا نفقہ ما یقول حتی دنا فاذا ھو یسال عن الاسلام فقال رسول اللہ خمس صلوات فی الیوم واللیلۃ فقال ھل علی غیرھا قال لا الا ان تطوع قال رسول اللہ صلعم وصیام رمضان الحدیث

سے اسلام کا سوال کیا تو آپ نے اس کے جواب میں پانچ وقت نماز وصیام رمضان وزکوۃ کو ذکر فرمایا۔

(بخاری ومسلم)

دوسری حدیث | عن انس جاء رجل من اھل البادیۃ (فی روایۃ البخاری اسمہ ضمام) فقال یا محمد اتانا رسولک فزعم لنا ان علینا صوم شھر رمضان فی سنتنا قال صدق قال فبالذی ارسلک اللہ امرک بھذا قال نعم

(صحیح مسلم وصحیح بخاری)

ضمام بن ثعلبہ نے آنحضرت کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کے فرستادہ نے بیان کیا ہے کہ ہم پر رمضان کے روزے فرض ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا وہ سچ کہتا ہے۔ پھر اس نے عرض کیا کہ یہ خدا کا حکم ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔

تیسری حدیث | عن ابن عباس ان وفد عبد القیس لما اتوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرھم بالایمان باللہ وحدہ قال اتدرون ما الایمان باللہ وحدہ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ وصیام رمضان ثم قال رسول اللہ احفظوھن واخبروھن من ورائکم

قبیلہ عبد القیس کے وکیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اور آپ نے ان کو ایمان تلقین کیا۔ تو اس میں نماز وروزہ وغیرہ ارکان اسلام کو ذکر فرمایا۔ آخیر میں یہ ارشاد کیا۔ ان باتوں کو یاد رکھو اور اپنے پیچھوں کو ان کی خبر دو۔

(بخاری ص۱۳ مسلم ص۳۳)

چوتھی حدیث | عن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما بارزا للناس فاتاہ رجل فقال یا رسول اللہ ما الاسلام قال الاسلام ان تعبد اللہ ولا تشرک بہ

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تعلیم امت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کا سوال کیا تو ان کے جواب میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صیام رمضان کو منجملہ اسلام شمار کیا۔

شیئاً ونقیم الصلوۃ المکتوبۃ ونؤدی الزکوۃ ونصوم رمضان ـ قال رسول اللہ ھذا جبرئیل جاء لیعلم الناس دینھم

آخر میں یہ فرمایا کہ یہ رسائل جبرئیل تھا۔ لوگوں کو دین سکھانے آیا تھا

(مسلم صفحہ ۲۹ بخاری صفحہ ۱۲)

یہ ہم نے چند احادیث کا خلاصہ نقل کیا ہے اور اس قسم کی اور بہت احادیث ہیں جس کا احصاء و شمار دشوار ہے۔

تواتر عملی | تعامل و توارث مسلمین محتاج نقل و بیان نہیں ہے سب کوئی جانتا ہے کہ اسلام کے ہر مذہب و طریق میں رمضان کے روزے فرض ہیں۔ اور کسی مذہب شیعہ، سنی، معتزلی، خارجی وغیرہ میں اچھے بھلے آدمی کو روزہ نہ رکھنا اور اس کے بدلے فدیہ (ایک مسکین کا کھانا) دے دینا جائز و معمول و مروج نہیں ہے۔

یہ دلائل (آیات کتاب اللہ و احادیث رسول اللہ۔ و تعامل امت محمدیہ) قطعی[1] و یقینی طور پر صیام رمضان کا فرض ہونا ثابت کر رہے ہیں۔ اب اس فرض قطعی سے ان جوان و تندرست لوگوں کو (جو روزہ رکھنے میں مرض کے سوا تکلیف پاتے ہیں) مخصوص و مستثنیٰ کرنا اور ان کو یہ فرض قطعی معاف کر کے یہ اختیار دینا کہ وہ چاہیں روزہ رکھیں چاہیں اس کے فدیہ (بدلہ) میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ اس پر موقوف ہے کہ اس حکم قطعی سے ان لوگوں کے مخصوص و مستثنیٰ ہونے پر ویسے ہی دلائل قائم ہوں جیسے اس حکم کے ثبوت پر قطعی دلائل قائم و موجود ہیں اور جہاں تک کتاب اللہ و سنت و تعامل و توارث امت میں تفحص و غور کیا جاتا ہے ایسی کوئی دلیل جو ان لوگوں سے اس حکم کو معاف و رفع و منسوخ کر دے پائی نہیں جاتی اس سے یہ

---

[1] اگرچہ نصوص قرآن جو در باب صیام وارد ہیں عمومات ہیں۔ اور عام قطعی الدلالۃ نہیں ہوتا۔ اور احادیث نبویہ جو اس باب میں منقول ہوئی ہیں وہ اخبار احاد ہیں۔ اور اخبار احاد بھی ظنی ہوتی ہیں۔ ولیکن تعامل و توارث امت نے (جس کا قطعی ہونا اصل سوم میں بیان ہوا ہے) ان عمومات کو قطعی بنا دیا اور یقیناً بنا دیا ہے کہ ان عمومات سے استثناء مریض وغیرہ کے (جن کا مستثنیٰ ہونا صریح کتاب و سنت سے ثابت ہے) سبھی افراد مراد ہیں۔ اور احادیث مذکورہ اگر بلحاظ خصوص طرق و الفاظ اخبار احاد ہیں مگر بنظر معنی و قدر مشترک متواتر ہیں۔ یہی تعامل و توارث امت ان کے تواتر معنوی پر دلیل ہے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ ادلہ قطعی ہیں اور فرضیت صیام پر قطعی و یقینی طور پر دلالت کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دین اسلام میں نماز روزہ وغیرہ احکام کو قطعی مانا جاتا ہے اور ان کے منکر کو کافر کہا جاتا ہے باوجودیکہ نصوص قرآنیہ جو ان احکام

۴۔ وارد ہیں عمومات ہیں اور احادیث نبویہ لفظاً احاد ہیں

نتیجہ پیدا ہوا کہ ان لوگوں کو اس حکم سے مخصوص و مستثنیٰ کرنا اور روزہ رکھنے و فدیہ دینے میں خود مختار بنانا جائز نہیں ہے۔ وھو المدعیٰ۔

اس دلیل کا پہلا مقدمہ (کہ ان لوگوں کے مستثنیٰ ہونے کے لئے دلیل قطعی کا موجود ہونا ضروری ہے) تو اصل اول میں ثابت ہو چکا اور بخوبی بیان ہو لیا ہے کہ امر قطعی کے مقابلہ و ازالہ کے لئے امر قطعی بکار ہے اور یقین ثابت شک سے زائل نہیں ہو سکتا۔

دوسرا مقدمہ (کہ ان لوگوں کے مستثنیٰ ہونے پر دلیل قطعی موجود نہیں ہے) یہ ثبوت رکھتا ہے کہ سنت و تعامل امت میں تو ایسی دلیل کا نام و نشان پایا نہیں جاتا اور نہ کسی موافق یا مخالف کو اس کا دعویٰ ہے۔ کوئی نہیں کہتا اور نہ کہہ سکتا ہے کہ آنحضرتؐ نے جوان تندرست لوگوں کو روزہ نہ رکھنے اور اس کے بدلے ایک مسکین آدمی کو روٹی کھلا دینے کا حکم دیا اور اس پر آنحضرتؐ کے زمانے سے زمانہ صحابہ یا تابعین یا ان کے بعد آج تک کسی فرقہ یا کسی مسلمان کا عمل رہا۔ اب رہی کتاب اللہ اس میں بھی کوئی ایسی بات قطعی الدلالتہ واضح المراد پائی نہیں جاتی جس سے صاف و صریح طور پر ان لوگوں کے لئے روزہ نہ رکھنے اور اس کے بدلے فدیہ دینے کی اجازت نکلتی ہو۔

اہل نیچر جو اس حکم صیام کی ترمیم کے درپے ہیں وہ اس حکم سے جوان و تندرست لوگوں کے مخصوص و مستثنیٰ ہونے پر ایک دلیل نقلی آیت (وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ) پیش کرتے ہیں دوسری دلیل عقلی و نیچری۔

نقلی دلیل کی وہ یہ تقریر کرتے ہیں کہ اس آیت میں جو لفظ یطیقون وارد ہے اس کے معنی (چنانچہ بعض علماء سے تفسیر کبیر میں منقول ہیں) مشقت و تکلیف سے کام کرنے کے ہیں کیونکہ لفظ وسع و طاقت دو لفظ جداگانہ ہیں۔ وسع اس شخص کی نسبت بولا جاتا ہے جو کسی کام کے کرنے پر بسہولت و آسانی قادر ہو۔ طاقت اس شخص کی نسبت بولا جاتا ہے جو کسی کام کے کرنے پر تکلیف اٹھا کر اور بمشکل قادر ہو پس بلحاظ لفظ یطیقون آیت کے معنی یہ ہوئے کہ جو لوگ سختی و تکلیف اٹھا کر روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں ان کو اجازت ہے کہ روزہ کے بدلے فدیہ دے دیں اور قرآت شاذہ یُطَوَّقُونَهُ وغیرہ جن کے معنی یکلفونہ کے ہیں نیز اسی معنی کے مؤید ہیں۔

عقلی دلیل ان حضرات کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام انسان بڈھے ہوں خواہ جوان باعتبار خلقت اور موسم اور

ملک کے مختلف ہوتے ہیں۔ بہت جوان روزہ رکھنے میں تکلیف پاتے ہیں۔ بعض بڈھے روزہ کی تکلیف کو کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ پھر وہی لوگ جو ایک موسم میں روزہ رکھنے میں تکلیف نہیں پاتے دوسرے موسم میں نہایت تکلیف اٹھاتے ہیں ایک ملک کے لوگ جب کہ دن معتدل مقدار کا ہوتا ہے۔ آسانی سے روزہ رکھ سکتے ہیں اور جب دن بڑا ہوتا ہے روزہ میں نہایت تکلیف اٹھاتے ہیں بلکہ بعض ملکوں میں کبھی اتنا بڑا دن ہوتا ہے کہ اس میں روزہ رکھنا طاقت انسانی سے خارج ہے۔ جیسے ارض تسعین جس میں چھ مہینے کا دن ہوتا ہے اور ارض ستین جہاں بعض ایام میں دن ڈوبتے ہی آفتاب نکل آتا ہے۔ پس بلحاظ ان حالات و اختلافات کے ہر شخص کو ہر ملک و ہر موسم میں روزہ رکھنے کا حکم دے دینا نامناسب و نیچر انسانی کے مخالف ہے اس لیئے ضرور ہوا کہ آیت کے وہ معنی کیئے جائیں جو نیچر انسانی کے مطابق ہیں کہ جو لوگ روزہ رکھنے میں تکلیف اٹھاویں وہ روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔

جواب اگر ہمارے خیال میں یہ دونوں دلیلیں ان کی ناتمام و ناقابل استدلال میں قطعی ہوتا تو کہاں۔

نقلی دلیل اس لیئے ناتمام و ناقابل استدلال ہے کہ وہ کئی معنوں اور وجوہات کا احتمال رکھتی ہے اور اصل دوم میں بیان ہو چکا ہے کہ جو دلیل کئی معنی کا احتمال رکھے وہ لائق استدلال نہیں ہوتی۔

وہ احتمالات معانی و وجوہات بہ تفصیل ذیل ہیں۔

(۱) لفظ یطیقونہ کے لفظی معنی دو طرح کے ہو سکتے ہیں ایک وہ جو آپ نے بیان کیئے ہیں کہ "جو لوگ بتکلیف و سختی روزہ رکھیں" یہ معنی طاقت کو مغائر وسعت قرار دینے پر موقوف ہیں۔

دوسرے یہ کہ "جو لوگ بلا تکلیف روزہ رکھ سکیں" یہ معنی طاقت کو بمعنی وسعت قرار دے کر کیئے جاتے ہیں جمہور علماء حضرت سلمہ بن الاکوعؓ و حضرت ابن عمرؓ وغیرہ آیت کے یہی معنی سمجھ کر اس آیت کو منسوخ بتاتے ہیں۔

عن سلمۃ بن الاکوع قال لما نزلت وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین، کان من اراد ان یفطر ویفتدی حتی نزلت الاٰیۃ التی بعدھا فنسختھا و عن ابن عمر انہ قرأ فدیۃ طعام مسکین قال ھی

صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت سلمہ بن اکوع سے مروی ہے کہ جب آیت وعلی الذین یطیقونہ نازل ہوئی تو جو کوئی چاہتا افطار کرتا اور فدیہ دیتا یہاں تک کہ وہ آیت جو اس کے بعد ہے نازل ہوئی اور اس آیت کو منسوخ کیا اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے

منسوخۃ (صحیح بخاری)

کہ انہوں نے آیت فدیہ پڑھی تو فرمایا کہ یہ منسوخ ہے

تفسیر معالم میں ہے کہ:۔

اختلف العلماء فی تاویل ھذہ الآیۃ وحکمھا فذھب اکثرھم الی ان ھذہ الآیۃ منسوخۃ وھو قول ابن عمر وسلمۃ بن الاکوع وغیرھما۔ ذلک انھم کانوا فی ابتداء الاسلام مخیرین بین ان یصوموا وبین ان یفطروا ویفتدوا وخیّرھم لئلا یشق علیھم لانھم کانوا لم یتعودوا الصوم ثم نسخ التخییر ونزلت العزیمۃ بقولہ فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ (معالم)

اس آیت کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے اکثر اس کے قائل ہیں کہ یہ منسوخ ہے یہی قول ہے ابن عمرؓ و سلمہ بن اکوع وغیرہ کا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ لوگ ابتداً اسلام میں اختیار دیئے گئے تھے کہ روزہ رکھیں خواہ افطار کریں۔ اور روزہ کے بدلے فدیہ دیں خدا نے ان کو اس لیے اختیار دیا تھا کہ حکم روزہ رکھنے کا ان کو ناگوار معلوم نہ ہو کیونکہ وہ روزہ کے عادی نہ تھے۔ پھر یہ اختیار منسوخ ہوا اور حکم روزہ پختہ طور پر نازل ہوا اس آیت سے جو اس کے بعد ہے فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ یعنی جو ماہِ رمضان میں حاضر ہو وہ روزہ ہی رکھے۔

تفسیر کبیر میں ہے کہ:۔

القول الثانی وھو قول اکثر المفسرین ان المراد من قولہ وعلی الذین یطیقونہ المقیم الصحیح فخیرہ اللہ اولا بین ھذین ثم نسخ ذلک واوجب الصوم مضیقا معینا (تفسیر کبیر ص۷۱ ج۲)

اکثر مفسرین کا یہی قول ہے کہ علی الذین یطیقونہ سے اچھا بھلا مقیم آدمی مراد ہے خدا نے پہلے اس کو ان دو امروں میں اختیار دیا تھا پھر اس کو منسوخ کیا۔ اور بالتعیین روزہ کو واجب کر دیا۔

ایسا ہی تفسیر فتح البیان، بیضاوی، جلالین وغیرہ روئے زمین کی تفاسیر میں حضرت عمرؓ و حضرت سلمہؓ و جمہور علماء کا قول منقول ہے۔ جس میں صاف مذکور ہے کہ اس آیت میں ہر کسی کو بلا قید مشقت و تکلیف روزہ نہ رکھنے کا اختیار دیا گیا تھا۔ جو بعد میں بحکم آیت فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ منسوخ ہوا۔ پس جب تک اہل نیچر اور حضرت ابن عمرؓ وغیرہ میں کسی اور دلیل کی شہادت سے

فیصلہ نہ ہوسکے کہ آیت کے معنی وہی مراد ہیں جو اہل نیچر بیان کرتے ہیں نہ وہ معنی جو حضرت ابن عمرؓ وغیرہ کہتے ہیں۔ اہل نیچر کا استدلال اس سے صحیح نہیں ہے۔

اہل نیچر نے جو اپنے تجویزی معنے کی تائید میں قول بعض علماء بحوالہ تفسیر کبیر پیش کیا ہے وہ اس فیصلہ کے لیئے دلیل ہونے کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ صرف بعض علماء کا قول ہے اور عامہ اہل لغت و محاورات عرب کے مخالف ہے اسی تفسیر میں (جس پر اہل نیچر کا اعتماد ہے) کہا ہے کہ

وفی الوسع قولان احدھما انہ الطاقۃ والثانی انہ دون الطاقۃ وھو قول المعتزلۃ ومقاتل والضحاک (تفسیر کبیر ص ۵۷۳ جلد ۴)

وسع میں دو قول ہیں ایک کہ وہ عین طاقت ہے دوسرا یہ کہ وہ طاقت سے (مشقت میں) کم ہے اور یہی قول معتزلہ وغیرہ کا ہے۔

وفی فتح البیان الاول انہ الطاقۃ کما فسر بہ اھل اللغۃ

ایسا ہی تفسیر فتح البیان میں کہا ہے اور اس میں یہ بھی کہا ہے کہ قول اول اہل لغت کی تفسیر ہے۔

قاموس میں لفظ وسع کے بیان میں ہے کہ

وما اسع ذلک ای ما اطیقہ والطوق الوسع والطاقۃ (قاموس مختصراً)

یہ کہنا کہ ہم کو وسعت نہیں ہے یہی کہنا ہے کہ ہم کو طاقت نہیں ہے پھر لفظ طوق کے بیان میں کہا ہے کہ طوق عین وسع ہے۔

والوسع والسعۃ الجدۃ والطاقۃ فیہ امرھم من الاعمال بما یطیقونہ ای یطیقون الدوام علیہ بلا مشقۃ وضرر (مجمع البحار ص ۳۴۴/ج۳ و ص ۴۳۶/ج۳)

مجمع البحار میں مادہ وسع میں وسع کو بمعنی طاقت قرار دیا ہے اور بذیل مادہ طوق طاقت کی بمعنی وسعت بلا ضرر و مشقت تفسیر کی ہے۔

اور قرآن و حدیث میں جو محاورہ عرب عربا کا مخزن ہے بہت جگہ وسعت بمعنی طاقت ہے اور طاقت بمعنی وسعت بولنے میں آتے ہیں۔ سورہ بقرہ و اعراف و مومنون میں جو آیت لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا میں لفظ وسع واقع ہوا ہے۔ اس کی تفسیر مفسرینؒ[1] نے وسعت سے کی ہے اور کہیں لفظ طاقت کے ساتھ لفظ وسعت بھی ملا دیا ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ الفاظ ایک دوسرے کے معنی میں بولے جاتے ہیں۔

ایسا ہی جو سورہ بقر کے اخیر میں لفظ طاقت وارد ہوا ہے اس کی مفسرینؒ[2] نے استطاعت سے تفسیر

[1] دیکھو تفسیر بیضاوی و معالم وغیرہ [2] دیکھو تفسیر فتح البیان ص ۳۵۱/ج۱ و تفسیر کبیر ص ۵۷۹/ج۲

کی ہے جو وسعت کے معنی میں ہے

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

عن عائشة قال قال رسول اللہ صلعم علیکم بما تطیقون من العمل فان اللہ لا یمل حتی تملوا (بخاری ملا)	تم وہ عمل لازم پکڑو جس کی طاقت رکھو اس لیے کہ خدا تعالےٰ ثواب دینے سے نہیں رکتا۔ یہاں تک تم تھک کے عمل کرو یعنی تھک کر عمل کرو گے تو ثواب نہ پاؤ گے

اس حدیث میں طاقت سے وسعت مراد ہے نہ طاقت بہ تکلیف و مشقت اسی سے تو اس حدیث میں منع کیا اور صاف فرمایا کہ تھک کر عمل کرو گے تو ثواب نہ پاؤ گے ایسا ہی اس حدیث (امرھم من الاعمال بما یطیقون) یعنی آنحضرت لوگوں کو ان اعمال کا حکم دیتے جن کی وہ طاقت رکھتے ہیں طاقت سے وسعت مراد ہے جس کی نقل و تفسیر عبارت مجمع البحار میں گذر چکی ہے۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ :-

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلعم صم من الشھر ثلثة ایام قلت انی اطیق اکثر من ذالک قال فصم یوما و افطر یومین قلت انی اطیق افضل من ذالک قال فصم یوما و افطر یوما و قال انی اطیق افضل من ذالک فقال النبی صلعم لا افضل من ذلک (بخاری)	کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عمرؓ کو (جو ہمیشہ روزہ رکھتے تھے) فرمایا ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھو۔ انہوں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ پھر آپ نے دو دن افطار اور ایک دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ اس کے جواب میں بھی انہوں نے یہی عرض کیا۔

اسی قسم کے اور سوال و جواب ہوئے اس حدیث میں بھی طاقت سے وسعت مراد ہے۔ اگر ان کی مراد یہ ہوتی کہ میں تکلیف سے روزہ رکھ سکتا ہوں تو آپ ان کو پہلے ہی سوال پر روک دیتے اور وہ دوسری اور تیسری دفعہ عرض نہ کرنے پاتے چنانچہ اور لوگ جو آنحضرتؐ کے وقت میں تکلیف سے عبادت کرتے تھے اس سے روکے گئے[1]۔

یہ قرآن و حدیث کے محاورات اور اہل لغت کی تصریحات صاف ناطق ہیں کہ طاقت بمعنی وسعت و سہولت زبان عرب میں مستعمل ہے۔ پھر اس آیت میں صرف بشہادت قول بعض علماء یطیقونہ کے معنی

[1] دیکھو قصہ نماز حضرت زینب (صحیح بخاری)

"تکلیف و مشقت سے طاقت رکھنے کے کیونکر متعین ہو سکتے ہیں۔

اور جو اہل نیچر نے اپنی تجویزی معنی کی تائید میں قرأت شاذہ یطوقونہ وغیرہ سے استشہاد کیا ہے وہ بھی ان کی تائید سے قاصر ہے کیونکہ یطوقونہ وغیرہ شاذ قرأتیں بھی یطیقونہ (قرأت مشہورہ) کی طرح دو معنی کا احتمال رکھتی ہیں۔ ایک وہ معنی جو اہل نیچر نے (کتر بیونت کر کے) اختیار کئے ہیں دوسرے یہ معنی کہ لوگ روزہ کا حکم دیئے گئے ہیں۔ اور حکم روزہ بطور قلادہ ان کے گلے میں ڈالا گیا ہے اس تقدیر پر لفظ یطوقونہ طوق بمعنی قلادہ سے مشتق ہوتا ہے چنانچہ تفسیر بیضاوی[1] اور اس کے حواشی میں بتفصیل بیان کیا ہے۔ پس جب تک یہ لوگ قرأۃ شاذہ کے معنی کا بھی فیصلہ نہ کر لیں اور کسی دوسری دلیل سے یہ ثابت نہ کر دیں کہ جو معنی ان قرأتوں کے انہوں نے اختیار کئے ہیں وہی معنی متعین و مراد ہیں۔ تب تک ان قرأت سے ان کا استشہاد کب جائز ہے۔

حاصل وجہ آیہ متمسکہ اہل نیچر (مشہور قراءۃ یطوقونہ لیں خواہ شاذہ قراءۃ یطوقونہ وغیرہ اختیار کریں۔ اپنے لفظی معنی کی رو سے دو احتمال کی محتمل ہے اس لئے بحکم اصل دوم اس سے انکا استدلال ناتمام ہے۔

(۲) اگر ہم فرض کریں اور یہ مان لیں کہ اس آیت میں ایک ہی معنی (تجویزی اہل نیچر تکلیف سے کام کرنے کے) مراد ہیں تو پھر بھی یہ آیت مجمل اور کئی وجوہ کی محتمل ہے۔ کیونکہ تکلیف جو اس آیت کے لفظ یطیقونہ کے معنی میں اخذ کی گئی ہے۔ وہ محدود و متعین نہیں کہ وہ کس درجہ تک مراد ہے آیا ایسی تکلیف جو شیخ فانی (نہایت بڑھے آدمی) یا نا امید مریض کو ہوا کرتی ہے۔ کہ سخت ضعف و غشی ہو جائے اور دم نکلنے لگے یا مرض بڑھ جاوے یا ایسی تکلیف جو اکثر نوجوان ناز پرورده لوگوں کو ہوتی ہے کہ کسی قدر خلافِ عادت پیاس لگ جائے یا جبینِ نازنین پر پسینہ آئے یا ان دونوں درجہ کے مابین کسی اور درجہ کی (جو بیشمار

---

[1] وقوله يطوقونه اى يكلفونه او يقلدونه من الطوق بمعنى الطاقة او القلادة ـــ و على هذه القراءة يحتمل معنى ثانياً وهو الرخصة لمن يتعبه الصوم ويجهده وهما الشيوخ الفاني والعجائز في الافطار والفدية (بيضاوى) وفي حاشية للعصام قوله او يقلدونه اى يجعل الصوم كالقلادة في اعناقهم ويقال لهم صوموا فانه لافادة الوجوب لازم لهم كالقلادة۔

نکل سکتے ہیں) تکلیف مراد ہے لہذا احتمال ہے کہ اس آیہ میں درجہ اول کی تکلیف مراد ہو چنانچہ حضرت ابن عباسؓ و حضرت انسؓ و سعید بن جبیرؓ وغیرہ اکابر نے کہا ہے و بناء علیہ آیہ کو محکم غیر منسوخ بتایا ہے چنانچہ تفسیر معالم و کبیر و فتح البیان وغیرہ میں موجود ہے اور اصل عبارات[1] معالم و فتح البیان حاشیہ میں نقل کر دی گئی ہیں۔ اور احتمال ہے کہ درجہ اخیر کی تکلیف مراد ہو چنانچہ اہل نیچر کا عمل و اعتقاد اس پر گواہی دیتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان دو درجہ کے مابین کسی اور درجہ کی تکلیف مراد ہو۔ پس جب تک اس تکلیف کی کوئی حد مقرر نہ کی جائے اور اہل نیچر اور حضرت ابن عباسؓ وغیرہ میں کسی دوسری دلیل سے تصفیہ و فیصلہ نہ ہو لے کہ اس سے مراد اس درجہ کی تکلیف ہے جو اہل نیچر سمجھتے ہیں۔ نہ اس درجہ کی تکلیف جو حضرت ابن عباسؓ وغیرہ محدود مقرر کر گئے ہیں۔ تب تک اہل نیچر کا استدلال اس آیۂ مجمل و محتمل سے جائز نہیں ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی مقررہ حد پر تو تعامل و توارث امت دلیل ہو سکتا ہے جس سے اس آیہ کا اجمال و تعداد احتمال رفع ہو سکتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس تکلیف سے وہی تکلیف مراد ہے جو امثال شیخ فانی و مریض نا امید کو ہوا کرتی ہے کیونکہ اگر اس درجہ سے اتر کر کسی اوسط درجہ کی تکلیف یا اخیر درجہ کی تکلیف ہو جو اکثر نوجوان ناز پروردہ لوگوں کو ہوا کرتی ہے مراد ہوتی تو زمانہ رسالت سے لے کر اس آخری زمانہ (تیرھویں صدی) تک کسی کے خیال میں آتی اور اس کے موافق امت محمدیہ میں تعمیل جاری رہتی۔ زمانہ رحلت

---

[1] وقرأ ابن عباس وعلى الذين يُطَوَّقُونَهُ بضم الياء وفتح الطاء وتخفيفها وفتح الواو وتشديدها اى يكلفون الصوم تاويله على الشيخ الكبير والمرأة الكبيرة لا يستطيعان الصوم والمريض الذى لا يرجى زوال مرضه فهم يكلفون ولا يطيقونه فلهم ان يفطروا ويطعموا مكان كل يوم مسكينا وهو قول سعيد بن جبير وجعل الاية محكمة ——— وروى عن بعض اهل العلم انها لم تنسخ وانها رخصة للشيوخ والعجائز (معالم ص۸۱)

وروى عن انس بن مالك ضعف عن الصوم عاما قبل موته فصنع جفنة من ثريد ودعا ستين مسكينا فاطعمهم۔ وعن ابن عباس رضى الله عنه بسند صحيح انه قال لام ولد له حامل او موضعة انت بمنزلة الذين يطيقون الصوم عليك الطعام لا قضاء عليك۔

وعن ابن عمرؓ ان احدى بناته ارسلت تساله عن صوم رمضان وهى حامل قال تفطر وتطعم كل يوم مسكينا وقد روى هذا عن جماعة من التابعين۔ (فتح البيان ص۲ ۱۴)

حضرت رسالت سے آج تک کسی فرقہ اسلامی کے کسی نوجوان تندرست کے لئے ادنی تکلیف کے سبب سے روزہ کی معافی ہو جاتی۔

اور اہل نیچر کی خیالی حد نامحدود پر اس وقت تک کوئی دلیل قائم نہیں ہوسکی۔ یہ لوگ جب کوئی ایسی دلیل جو قوت و دلالت میں دلیل تحدید حضرت ابن عباسؓ سے بڑھکر ہو اپنی خیالی تحدید پر قائم کریں گے اس وقت اس آیہ سے استدلال کرنے کے مستحق و مجاز ہوں گے۔ بالفعل تو اس آیہ سے ان کا استدلال محض خیال وسودائے محال ہے۔

(۳) ہم نے یہ بھی مانا اور فرض کیا کہ تکلیف کی وہی حد نامحدود ہے جو اہل نیچر نے سمجھی ہے اور معنی و حقیقت لفظ یطیقونہ میں اجمال و تعدد و احتمال نہیں ہے مگر پھر بھی اس آیہ سے اجمال و تعدد احتمال رفع نہیں ہوسکتا۔ یہ اجمال و تعدد احتمال ما لفظ و معنی یطیقون میں نہ سہی اس کی مفعول ضمیر منصوب میں موجود و قائم ہے جس کے سبب یہ آیت باوجود تسلیم تعیین معنی یطیقون تجویزی اہل نیچر ان کی تائید سے انکاری ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ رحؒ نے مؤطا کی شروح مصفی و مسوی میں ان مختلف احتمالات کا ذکر کیا ہے

اختلف السلف في قوله تعالى وعلى الذين يطيقونه على قولين احدهما انه كان رخصة في اول الاسلام ان من شاء صام ومن شاء افطر وتصدق ثم نسخ وثانيهما ان المعنى وعلى الذين لا يطيقونه او على الذين يطيقونه في حال قوتهم ثم عجزوا عن الصوم والمراد هو الشيخ الفاني وعندي له وجه ثالث وهو ان المعنى ويجب طعام مسكين على الذين يطيقونه يوم الفطر واضمر قبل الذكر لانه مقدم رتبة كما في دارة زيد وضرب غلامه عمرو وذكر الضمير ميلا الى المعنى لان الفدية انما هي الطعام كما قال الله تعالى وان لكم في الانعام لعبرة نسقيكم مما في بطونه

اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ یہ ضمیر مفعول فدیہ کی طرف پھرتی ہو اور آیت کے معنی یہ ہوں کہ جس کو فدیہ دینے کی طاقت ہو ان پر عید کے دن صدقہ دینا واجب ہے۔ اس پر اگر کوئی اعتراض کرے کہ فدیہ مؤنث ہے اور یہ ضمیر مذکر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ فدیہ حقیقت اور اصل میں طعام ہے اور وہ مذکر ہے نہ مؤنث پس یہ تذکیر ضمیر بلحاظ معنی ہے نہ بلحاظ لفظ جیسے آیہ وان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ میں ضمیر بطونہ کو جو سورہ نحل میں

ووجوب الفطر مذہب جمیع اہل العلم واستنبطت من کلام القاسم وسعید بن جبیر علی ماسباتی[1] وجہا رابعا وھو ان المعنی وعلی الذین یطیقون القضاء فی ایام اخر ولا یقضون فدیۃ طعام مسکین والایام الاخر المراد بہا مابعد رمضان الفایت الی رمضان اخر لانہ ان ارید بہا عدۃ القضاء مطلقا لم یثبت ذلک الا بعد موتہ وبعد الموت لا یکون محلا لوجوب شیئ فلا یکون للایۃ معنی واستنبطت[3] من حدیث من مات وعلیہ صیام شہر فلیطعم عنہ مکان کل یوم مسکینا وجہا خامسا وھو ان المعنی وعلی الذین یطیقون القضاء ولا یقضون حتی یموتوا طعام مسکین بکل صوم ومعنی علی الذین انہ یجب علی الولی ان یخرج من ترکۃ المیت بسبب شغل ذمۃ المیت بالصوم وھذہ وجوہ صحیحۃ۔

وقد ذھب الی مدلول کل واحد منہا السلف۔ والظاہر انہم خلاف و من

بتذکیر وارد ہے۔ سورہ مومنین میں بلحاظ معنی[2] مؤنث کردیا ہے۔ اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس ضمیر سے پہلے یہاں فدیہ کا ذکر نہیں ہے۔ اور قبل ذکر مرجع ضمیر کا لانا منع ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ گو فدیہ لفظاً ضمیر سے پہلے مقدم و مذکور نہیں ہے مگر رتبۃً مقدم و مذکور ہے جیسے ضرب غلامہ عمرو میں عمرو رتبۃً مقدم و مذکور ہوا ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ ضمیر قضا کی طرف راجع ہے جس کا آیہ فعدۃ من ایام اخر میں حکم ہے اور اس آیہ کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ دوسرے دنوں میں مرض و سفر کے روزے قضا کر سکتے ہیں پھر وہ رمضان آئندہ تک قضا نہ کریں تو ان پر قضا کے ساتھ فدیہ بھی واجب ہے۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ یہ ضمیر اسی قضا کی طرف راجع ہو اور معنی آیہ کے یہ ہوں کہ جو لوگ قضاء روزہ سفر و مرض کی طاقت رکھتے ہوں پھر وہ قضا نہ کریں اور فوت ہو جائیں تو ان کے مال سے ایک روزہ کے بدلے

---

[1] ھذا ما روی مالک (فی باب من لم یقض حتی دخل رمضان اطعم وقضی من موطاہ) عن عبد الرحمن بن القاسم عن ابیہ انہ کان یقول من کان علیہ قضاء رمضان فلم یقضہ وھو قوی علی صیامہ حتی جاءہ رمضان فانہ یطعم کل یوماً مسکیناً مدا من حنطۃ وعلیہ مع ذلک القضاء قال مالک انہ بلغہ عن سعید بن جبیر مثلہ

[2] وانما ذکر الضمیر ووحدہ ھہنا (ای فی النحل) للفظ وانثہ فی سورۃ المومنین للمعنی فان الانعام اسم جمع ولذلک عدہ سیبویہ فی المفردات المبنیۃ علی افعال (بیضاوی ص ۴۲۶ جلد ۱)

محتملات الآیۃ (مسوی مع شئی من المصفی ج۱ ص۲۳۱) ایک مسکین کا کھانا نکالنا واجب ہے

یہ احتمالات ثلثہ احتمال مفید مطلب اہل نیچر (صوم کی طرف ضمیر راجع ہونے) کے مقابلہ میں قائم ہیں اور یہ آیہ ان سارے احتمالات کی محتمل ہے اور ہر ایک احتمال کا کوئی نہ کوئی سلف سے قائل ہے۔

پس جب تک اہل نیچر ان احتمالات ثلثہ کو نہ اٹھالیں اور کسی دوسری دلیل سے ثابت نہ کر دیں کہ اس ضمیر مفعول کا صوم کی طرف راجع ہونا متعین و متحتم ہے۔ تب تک ان کا استدلال اس آیہ کثیرۃ الاحتمال سے کب جائز ہے۔

خلاصہ جواب دلیل نقلی اہل نیچر کا یہ ہے کہ اس آیۃ میں معنی تجویزی اہل نیچر کے مخالف پانچ احتمال ہیں دو احتمال معنی و حقیقت لفظ یطیقونہ میں اور تین احتمال اس کے مفعول ضمیر منصوب میں۔ پس جب تک اہل نیچر ان پانچوں احتمالات کو نہ اٹھالیں اور اپنے خیالی معنی کا متعین و مراد ہونا اس آیہ کے سوا اور دلائل سے ثابت نہ کر دیں ان کا استدلال اس آیہ کثیرۃ الاحتمال و پر از ابہام و اجمال سے بحکم اصل دوم جائز نہیں ہے اور ان کی دلیل عقلی سراسر مغالطہ و دھوکہ پر مبنی ہے خداتعالیٰ نے جو مختلف دیار و امصار و مواسم کے تندرست و مقیم لوگوں کو علی الاطلاق روزہ رکھنے کا قرآن میں حکم دیا ہے اور اس کے برخلاف روزہ نہ رکھنے اور فدیہ دے دینے کا صریح و صاف طور پر اختیار نہیں دیا اس میں نیچر انسانی کا کچھ خلاف نہیں کیا اور نہ لحاظ ایام و مواسم کو فروگذاشت کیا ہے بلکہ اس حکم میں مختلف طبائع مکلفین مختلف ازمنہ و امکنہ کا لحاظ کر لیا ہے جس کا اظہار و بیان ان دو آیتوں میں کر دیا ہے ایک یہ آیۃ جس میں عموماً اعمال مکلفین کا استطاعت پر موقوف ہونا بتایا اور صاف فرمایا ہے کہ خداتعالیٰ کسی فرد بشر کو (بڈھا ہو خواہ جوان عرب کے ریگستان کا ہو خواہ شملہ و کابل یا کسی اور کوہستان کا عرض بتین میں خواہ بغرض محال عرض تسعین میں کسی عمل و حکم کے بجالانے کی تکلیف نہیں دیتا لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا سورۃ بقرہ رکوع ۴۰ مگر اس قدر کہ وہ طاقت رکھے جس میں عام طور پر فرما دیا ہے کہ اگر کسی جوان ناتواں کو کسی خاص زمان و مکان میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو اس پر اسی زمان و مکان میں روزہ رکھنا واجب نہیں۔ پر اس میں یہ بیان نہ تھا کہ طاقت نہ ہونے کی کیا حد ہے اور روزہ نہ رکھنے کے بدلے کیا کرے ان باتوں کو دوسری آیت میں کھول کر بتا دیا اور یہ فرما دیا کہ طاقت نہ ہونے کی حد یہ ہے۔ کہ مریض ہو جائے اور روزہ کے بدلہ میں صحت و اعتدال کے زمان و مکان میں روزہ رکھ لے۔ وہ دوسری آیت یہ ہے۔

فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (بقرہ رکوع ۲۳)

کہ جو تم میں سے مریض یا مسافر ہو تو وہ فوت شدہ روزوں کے بدلے دوسرے دنوں میں روزے رکھ لے خدا تعالیٰ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔

اس میں خاص طور پر روزہ کا حکم فرمایا ہے کہ جو شخص جوان ہو یا بڈھا گرم ملک میں ہو یا سرد میں عرض تسعین میں ہو خواہ بفرض محال عرض تسعین میں روزہ رکھنے میں کسی مرض میں مبتلا نہ ہو وہ اس حکم معافی روزہ میں مشمول نہیں ہو سکتا۔ در جو روزہ رکھنے سے مریض ہو جاوے وہ روزہ رکھنے سے معافی سمجھے۔ پھر اس کے بدلے دوسرے وقت و مکان میں جب روزہ کی طاقت پاوے روزہ رکھ لے اور جو کوئی وقت و مکان صحت و توانائی کا نہ پائے ہمیشہ عرض تسعین یا آتشیں پہاڑوں میں اس پر رمضان آوے وہ بحکم آیہ اولیٰ اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے حکم صیام سے مرفوع القلم سمجھے۔

اب اہل نیچر غور کریں اور انصاف سے کہیں کہ اس تشریح کے ہوتے روزہ کو علی الاطلاق واجب کہنے اور اچھے بھلے مقیم نوجوان و توانا آدمی کو روزہ نہ رکھنے اور اس کے بدلے فدیہ دینے کا اختیار نہ دینے میں نیچر انسانی کا خلاف کہاں لازم آتا ہے جو لوگ آپ لوگوں کے زعم میں عرض تسعین میں رہتے ہیں یا نہایت نازک مزاج ہو کر کلکتہ کی گرمی میں آباد ہیں اگر وہ روزہ رکھنے سے کسی مرض میں مبتلا نہیں ہوتے تو ان کو روزہ رکھنے میں کیا عذر ہے۔ اور اگر وہ لوگ روزہ کی سختی سے کسی مرض میں مبتلا ہو جاتے یا ہو جانے کا اندیشہ رکھتے ہیں ان پر خدا تعالیٰ روزہ رکھنے کو کب واجب فرماتا ہے پس اس حکم صیام میں مخالف نیچر تجویز کرنا و بناء علیہ اچھے بھلے جوانوں کے لئے حکم فدیہ تراش دینا کب مناسب ہے۔

یہ ہم نے ان لوگوں کی کل تقریر مغالطہ آمیز کو تسلیم کر کے اس کا جواب دیا ہے ورنہ اگر ہم اس تقریر کے بعض اجزا کو تسلیم نہ کریں تو بھی گنجائش ہے مثلاً ان کا عرض تسعین میں وجود مکلفین روزہ داروں کو تجویز کرنا یہ لائق تسلیم نہیں عرض تسعین میں نہایت درجہ حر و قر (گرمی و سردی) کے سبب زیست انسان بلکہ کسی حیوان کی عادۃً کب ممکن ہے پھر وہاں فرض مسئلہ روزہ کیا معنی رکھتا ہے۔

اس میں کسی کو کچھ عذر ہو تو بتائے کہ عرض تسعین میں کون سی آبادی ہے اور کون سے جغرافیہ دان اس کے قائل ہیں۔ عرض ستین شمالی میں بے شک آبادی ہے بلکہ عرض ست وستین میں عہد بطلیموس سے آبادی چلی آتی ہے ایسا ہی عرض ثمان وستین میں جہاں روس کا ایک قلعہ ہے جس کا تولکہ نام ہے اور وہاں سال میں باسٹھ روز آفتاب

کا غروب اور اڑتالیس روز طلوع نہیں ہوتا اور بعض اوقات عساکر اسلام کا بھی اس میں گذر ہوا ہے کما ذکرہ الفاضل ھارون فی ناظورۃ الحق فی فرضیۃ العشاء وان لم یغب الشفق مگر ان لوگوں کے حق میں روزہ کا حکم موافق طبیعت انسانی کے قرآن نے بیان کر دیا جو اوپر مذکور ہوا[1]

اہل نیچر نے ان لوگوں کے حق میں روزہ کی دشواری دیکھ کر سبھی لوگوں کے لئے روزہ کے بدلے فدیہ تجویز کر دیا مگر تعجب ہے کہ نماز کے لئے اب تک کوئی فدیہ یا کفارہ تجویز نہیں کیا۔ روزہ تو سال میں ایک مہینہ ہوتا ہے نماز ہر روز پانچ دفعہ مناسب تھا کہ ساکنین عرض تسعین کے خیال سے حکم نمازیں بھی ترمیم کرتے اور ان کے طفیل سے کلکتہ وغیرہ گرم شہروں کے رہنے والوں کے لئے نمازوں (خصوصاً نماز ظہر) کے بدلے کوئی آنہ پائی فدیہ کفارہ تجویز کر دیتے تو ان کے اتباع جو قدیمی عادت کے سبب ہنوز نماز کے پابند ہیں اس مصیبت سے رہائی پاتے جیسی مصیبت روزہ سے خلاصی پاتے ہیں اور شاید نہ زر اس مسئلہ کے موجد کے لئے دعائیں کرتے ہیں شاید آئندہ اسی تجویز میں ہوں[2] ۔ اللھم احفظنا منہ

حاصل کلام و خلاصہ مرام یہ کہ حکم فرضیت صیام علی الاطلاق دلائل قطعیہ کتاب و سنت و تعامل امت سے ثابت ہے اور اچھے بھلے آدمی کے لئے روزہ نہ رکھنے اور اس کے بدلے فدیہ دینے کی اجازت ایک آیہ مشتبہ و مجمل و احتمالات کثیرہ کی محتمل سے نکالی جاتی ہے اور اس کی تائید میں اپنے وہمی خیالات کو پیش کیا جاتا ہے۔ مومن متبع شریعت کو چاہیئے کہ قطعیات و ضروریات دین کو اشتباہی امور سے نہ چھوڑے۔ اور اہل نیچر کے وہمی مغالطات سے بچتا رہے اور اپنے قدیمی متوارث اسلام و شعائر پر ثابت قدم رہے۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔ والحمد للہ رب العالمین۔

---

[1] علمائے اسلام نے ان لوگوں کے حق میں اور بھی سبیلیں تعیین حکم نماز و روزہ کے نصوص سے مستنبط کی ہیں جن کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے یہ مقالہ ان تفاصیل کے بیان کا متحمل نہیں ہے۔

[2] مولانا مرحوم کی فراست ایمانی درست ثابت ہوئی اس فرقہ (نیچری) کی بعض شاخوں نے (منکرین حدیث) تین نمازیں تجویز کیں بعض نے دو کی تائید کی اور بعض نے کہا مثلاً مسٹر پرویز کہ نظام صلوۃ قائم ہونے تک مصلحۃً مروجہ نمازیں پڑھتے جاؤ۔ (رحیق)